تاریخ ادب اردو

یعنی

ہسٹری آف اردو لٹریچر

مصنفہ

رام بابو صاحب سکسینہ۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

ایف۔ آر۔ ایس۔ اے (لندن) ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ ایم۔ اے

ایس۔ بی۔ ممبر ہندوستانی اکیڈمی یو۔ پی۔ کلکٹر

مصنف اردو شعرائے زمانہ حال اوراق پریشان وغیرہ

مترجمہ

مرزا محمد عسکری صاحب بی۔ اے سابق ہیڈ ٹرانسلیٹر گورنمنٹ آف انڈیا

باہتمام

گلوب پبلشرز چوک مینار انارکلی لاہور

n.d. [1950's]

باب ۱

زبانِ اُردو اور اس کی اصل

اُردو سے کیا مراد ہے عام طور پر لوگ اردو کو فارسی کی ایک شاخ خیال کرتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ اس کی ابتدا مسلمان حملہ آوروں کی فوج میں اور مسلمان سلاطین ہند کی دارالسلطنتوں میں پڑتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اُردو کے فارسی النژاد ہونے کی غلطی عام لوگوں کو تو اس وجہ سے بھی محسوس ہوتی ہے۔ کہ اُس میں فارسی لفظ بکثرت ہیں۔ اور اس کی شاعری کی بحریں اور اس کا رسم الخط بھی مثل فارسی کے ہے۔ اسی غلطی کی بنا پر عام لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے بمقابلہ ہندی کے جو ہندوؤں کی مخصوص زبان سمجھی جاتی ہے اور اسی غلط فہمی سے ایک عرصۂ دراز سے سخت مقابلہ اور مباحثہ درمیان معاونین اُردو اور طرفدارانِ ہندی کے ان دونوں زبانوں کی عمدگی اور خوبی اور نیز ان کی استعداد قبولیت عامہ کی نسبت چلا آتا ہے اور اس بحث میں لوگ ایک معمولی بات یعنی زبان اردو کی اصل کو نظر انداز کر جاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ زبان اُردو اُس ہندی یا بھاشا کی ایک شاخ ہے۔ جو صدیوں تک دہلی اور میرٹھ کے اطراف میں بولی جاتی تھی۔ اور جس کا تعلق شورسینی پراکرت سے بلا واسطہ تھا

یہ بھاشا جس کو مغربی ہندی کہنا بجا ہے۔ زبان اُردو کی اصل اور ماں سمجھی جاسکتی ہے۔

گو کہ "اُردو" کا نام اس زبان کو ایک عرصۂ دراز کے بعد دیا گیا۔ زبان اُردو کی صرف ونحو محاورات اور کثرت سے ہندی الفاظ کا اس میں استعمال ہونا اس بات کی بیّن دلیل ہے۔ کہ اس کی ابتدا ہندی سے ہوئی اور یہ محض اتفاق تھا کہ وہ ہندوستان کی زبان عام بن گئی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ دہلی جو اس زبان کا ابتدائی مرکز تھا مسلمان حملہ آوروں اور بادشاہوں کی جائے ورود اور ان کا دارالسلطنت بنا ہوا تھا۔ پس یہ خیال کرنا، جیسا کہ میر امّن اور بعض اور قدیم اُردو نثاروں کا خیال معلوم ہوتا ہے کہ اُردو ایک مخلوط زبان ہے۔ جس میں وہ سب بانیں داخل ہیں جو کسی زمانے میں دِلّی کے بازاروں میں بولی جاتی تھیں صحیح نہیں ہے۔ یہ ضرور سچ ہے کہ لشکر یا بازار سے اس زبان کی نشو ونما اور ترقی کو اس قدر تعلق ضرور تھا کہ اس کا نام ہی "اُردو" ہو گیا جس کو زبان ترکی میں "لشکر" کہتے ہیں۔ زبان میں ہنوز پختگی نہیں آئی تھی اور وہ بحالت تشکیل تھی اور اجنبی الفاظ اور جملوں کے قبول کر لینے کا مادہ اس میں بہت تھا جیسا کہ اب بھی ہے۔

اس زمانے میں انگریزی تقلید میں اُردو کو "ہندوستانی" کہتے ہیں، مگر یہ لفظ ہماری رائے میں گو باعتبار لفظ صحیح ہو مگر حقیقت میں صحیح نہیں ہے کیونکہ اس لفظ میں مشرقی ہندی اور مغربی ہندی اور راجستانی سب شامل ہیں۔ اسی طرح ہمارے خیال میں برج بھاشا کو اُردو کا ماخذ قرار دینا جو کہ مغربی ہندی کی ایک شاخ ہے اور جیسا کہ مولانا محمد حسین آزاد نے بھی سمجھا ہے صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس وجہ سے

کہ برج بھاشا جو متھرا اور اس کے جوانب میں بولی جاتی تھی۔ گو اس بھاشا سے جو اطراف دہلی میں بولی جاتی تھی بہت شابہت رکھتی ہے۔ مگر پراکرت کی ایک علیحدہ شاخ ہے اور یہی شاخ یعنی دلی بھاشا ہمارے خیال میں زبان اردو کی اصل سمجھی جاسکتی ہے

اُردو اور ہندی کا تعلق

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اُردو کا اصلی ماخذ وہ زبان ہے جو دلی اور میرٹھ کے اطراف میں بولی جاتی تھی جس کو مغربی ہندی کی ایک شاخ سمجھنا چاہیئے اور مغربی ہندی اپنی جگہ پر شورسینی پراکرت سے پیدا ہوئی اور مندرجہ ذیل زبانیں اس کی شاخیں ہیں۔ یعنی بنگارو، برج بھاشا، قنوجی، اور وہ زبان جو دہلی کے اطراف میں مروج تھی مگر زمانہ حال کی اعلیٰ ہندی اُردو سے پیدا ہوئی اس طرح کہ فارسی الفاظ نکال کر ان کی جگہ سنسکرت لفظ رکھ دیئے گئے۔ اسی اعلےٰ ہندی میں نثر کی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں کہ مصنفین نے سنسکرت کے بڑے بڑے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مگر سچ پوچھئے تو اردو اور ہندی اپنے ماخذ اور نیز اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک ہی زبان ہیں اور ان دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے۔ اگر کچھ ہے بھی تو نشوونما اور ترقی کے طریقے میں ہے۔ اردو چونکہ مسلمانوں کے سایۂ عاطفت میں پلی اس لئے اس میں فارسی الفاظ کی کثرت ہوگئی برخلاف ہندی کے کہ جو اپنے اصلی ماخذ یعنی سنسکرت کی طرف عود کر گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ موجودہ زمانے کی ادبی اُردو اور ادبی ہندی میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا یعنی اول الذکر میں فارسی اور عربی الفاظ کی کثرت ہے اور آخر الذکر غیر مانوس سنسکرت الفاظ سے بھری ہوئی ہے۔

زبان اور ادب اُردو فارسی کا احسان مند ہے

شروع میں زبان نہایت سادہ اور

بے تکلف تھی اور عوام الناس کی معمولی ضروریات کے پورا کرنے کے واسطے بالکل کافی تھی۔ جوں جوں اس میں ترقی ہوتی گئی اور وہ ایک ادبی زبان بنتی گئی اسی قدر اس میں فارسی اور عربی اور ترکی الفاظ شامل ہوتے گئے۔ فارسی الفاظ سننے میں بہت بھلے معلوم ہوتے تھے اس وجہ سے مصنفین نے اپنی کتابوں میں جدت کی چاشنی دینے کے لئے ان کو بے تکلف استعمال کرنا شروع کیا اور اس طرح فارسی ترکیبیں جو اصلی زبان سے بالکل اجنبی تھیں اور اس کے ساتھ میل نہیں کھاتی تھیں زبان میں داخل ہونے لگیں۔ اسی کے ساتھ فارسی رسم الخط بھی کچھ تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ ہندی کی جگہ پر رائج ہو چلا اس وجہ سے کہ فارسی الفاظ فارسی خط میں بہ نسبت ہندی کے زیادہ آسانی سے اور صحت کے ساتھ لکھے جاسکتے تھے اردو شاعری پر بھی فارسی کا بڑا اثر پڑا اور وہ بھی فارسی شاعری کے قدم بقدم چلنے لگی۔ فارسی بحریں استعمال ہونے لگیں۔ ان کے علاوہ مضامین، طرز بیان، تخئیل، تلمیحات خاص خاص محاورے اور مثلیں یہ سب کچھ زبان فارسی سے لیا گیا۔ اردو کا علم عروض بھی فارسی عروض کے تابع اور زیر اثر ہو گیا۔ نثر کا بھی یہی حال تھا وہی عبارت کی رنگینی، الفاظ کا توازن اور قافیہ بندی جو قدیم فارسی نثر کی جان تھی اردو میں ان کی پوری نقل کی جاتی تھی۔ الغرض زبان فارسی اُردو پر اس قدر حاوی اور غالب ہو گئی کہ دونوں ایک ہو گئیں، اظہار خیالات، مضامین اور طرز ادا میں فارسی اردو پر اتنی غالب ہو گئی کہ اُردو کی ابتدائی شان اس سے بالکل غائب ہو گئی یہاں تک کہ اکثر لوگوں نے اُردو کی صرف و نحو کی کتابیں تک فارسی کے طرز پر لکھنا شروع کر دیں۔

اردو میں فارسی الفاظ اور فارسی ترکیبوں کی کثرت کے اسباب

مسلمان بحیثیت فاتح ہندوستان میں آئے اور قدرتاً زبان فارسی جو اُن کی مادری زبان تھی ہندوستان کی ”شاہی“ زبان بن گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیسی زبان مثل خادمہ کے دب کر اور مغلوب ہو کر اپنی مالکہ زبان فارسی کی خدمت کرنے لگی اور اسی کے طرز ادا اور محاورات وغیرہ کی متبع اور ناقل ہو گئی، لوگوں کو نئی زبان سیکھنے کا شوق ہوا کرتا ہے اسی وجہ سے اُس وقت کے لوگ بھی پُرانا طرز چھوڑنے اور نئے الفاظ اور جدید محاورات اختیار کرنے لگے۔ دیسی زبان میں جو اب شرفا اور معزز شہری لوگوں سے چھوٹتی جاتی تھی اور اطراف شہر دیہات میں محدود ہوتی جاتی تھی اب لوگوں کو کوئی مزہ نہیں آتا تھا لہٰذا جدت پسند طبیعتوں نے نئی زبان کی طرف رُخ کیا اور اس کو نہایت شوق و ذوق اور انہماک سے سیکھنے لگے۔ اسی وجہ سے قدیم ہندی شعرا کی تصانیف میں فارسی الفاظ کی کثرت تعجب خیز معلوم ہوتی ہے مثلاً چند کوی کی ”پرتھی راج راسو“ کو دیکھئے جو فارسی الفاظ سے بھری ہوئی ہے دیسی زبان کی تنگی اور کم وسعتی بھی اس کا باعث ہوئی کہ نئے نئے الفاظ اور خیالات کے اظہار کے لئے اس کو اصلی لفظ اور طرز ادا جذب کر لینا پڑا شروع میں دیسی زبان میں ایسے الفاظ بکثرت شامل تھے جو یا تو سنسکرت کے لفظ تھے یا انہیں سے بگڑ کر کسی دوسری صورت میں زبان پر چڑھ گئے تھے جب مسلمان آئے تو زبان میں بھی ایک بڑا انقلاب ہوا مسلمان حملہ آور بادشاہ بن گئے اور دہلی ان کا پایۂ تخت ہو گیا۔ اب وہ یہاں بسنے اور آباد ہونے کے لئے آئے نہ کہ جس طرح سابق میں وہ سال بسال آتے تھے اور مال غنیمت لے کر واپس چلے جاتے تھے۔

جب دہلی پایۂ تخت ہو گیا اور بادشاہ مع لاؤ لشکر کے وہاں رہنے لگا تو باشندوں اور غیر ملکی سپاہیوں میں میل جول اور ربط و ضبط بڑھنے لگا۔ ایک دوسرے کی زبان اور خیالات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہوا کہ ایک گروہ دوسرے گروہ کے الفاظ سیکھے اور ان کو اپنے طرز پر استعمال کرے اور ظاہر ہے کہ فاتح کا اثر مفتوح پر زیادہ ہوا کرتا ہے۔ پس مفتوح قوم کی دیسی زبان یعنی ہندی پر فارسی کا بہت بڑا اثر پڑنے لگا۔ اسی وجہ سے اُردو میں فارسی الفاظ اور ترکیبیں بکثرت شامل ہو گئیں مگر ہندی نے اپنا اثر فارسی پر کم ڈالا کیونکہ فارسی کے زبان دان اپنی زبان کو اس قسم کی آمیزش سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ یہ تغیر گو کہ ابتدا میں بہت غیر محسوس طریقے سے شروع ہوا تھا مگر جوں جوں مسلمانوں کی جڑ مضبوط ہوتی گئی اور وہ اس ملک میں آباد ہوتے گئے یہ زبانی تغیر برابر ترقی کرتا گیا اور یہ ترقی کی رفتار برابر قائم رہی یہاں تک کہ اکبر کے زمانہ میں ایک ہندو وزیر مال کی تاکید سے ایک حکم جاری کیا گیا کہ ہر سرکاری ملازم کو فارسی سیکھنا ضروری ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زبان کی جڑ مضبوط ہو گئی اور اس کی عظمت و اہمیت بڑھ گئی۔ لوگ فارسی، عربی، ترکی الفاظ بڑے شوق سے بولنے لگے کیونکہ وہ سننے میں اچھے معلوم ہوتے تھے اور زوردار تھے اور اُن کے بولنے والے خواہ مخواہ تعلیم یافتہ سمجھے جاتے تھے، اُس کے علاوہ فارسی دانی سے سرکاری ملازمتیں بھی آسانی سے ملتیں اور تقرب شاہی کا بھی یہ ایک اچھا ذریعہ تھا۔ ایسی حالتوں میں ابتداً ہر زبان کا یہی حال ہوا کرتا ہے۔ جب قدیم اہل انگلستان کو نارمن لوگوں نے فتح کیا تو انگریزوں کی قدیم زبان ”اینگلو سیکسن“ کی بھی ”نارمن فرنچ“ کے ہاتھوں یہی حالت ہوئی تھی۔ پس جس طرح زبان انگریزی میں دو طرح کی زبانیں یا بولیاں پائی

جاتی ہیں وہی صورت اُردو کی بھی سمجھنا چاہیئے۔

اُردو میں فارسی الفاظ کی کثرت کے کئی اسباب ہیں مسلمان جب بحیثیت فاتح اس ملک میں آئے تو اپنے ساتھ بہت سی نئی چیزوں کے نام لائے جن کے مرادف سنسکرت یا دیسی بھاشا میں نہیں مل سکتے تھے، چونکہ ایسے نام کسی شرح یا گھوم پھیر سے بتائے نہیں جا سکتے تھے اس لئے بجنسہٖ وہی فارسی الفاظ جن سے وہ چیز ظاہر ہوتی تھی زبان میں داخل کرنا پڑے مثلاً ایسے نام جو لباس، طعام، مذہب اور بعض اسی قسم کی دوسری چیزوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر چونکہ فارسی فاتح قوم کی زبان تھی اور ایک ایسی زبان تھی جو رزم بزم، حسن و عشق کے افسانوں کے لئے نہایت موزوں تھی اس لئے لوگ ایسے موقعوں پر فارسی الفاظ ہی بولنا پسند کرتے تھے اس وجہ سے کہ وہ نہایت شیریں اور شاندار معلوم ہوتے تھے، ایسے پُر زور لفظوں کے سامنے پُرانے دیسی الفاظ اور محاوروں کو خواہ مخواہ پیچھے ہٹنا پڑا اس لئے کہ زمانہ اُن کو پسند ہی نہیں کرتا تھا زبان انگریزی کی بھی یہی داستان ہے۔ جب یونانی اور لاطینی علوم کا احیا اور دوبارہ ترقی ہوئی تو اُس زمانہ میں بھی موٹے موٹے عالمانہ لفظ بولنے کا فیشن ہو گیا تھا بہر حال جب فاتح اور مفتوح دونوں قوموں کا میل جول بڑھا تو ایک ایسی مخلوط زبان یا بولی کی سخت ضرورت محسوس ہوئی کہ جو دونوں قوموں کو اچھی طرح سمجھ میں آسکے اور چونکہ مفتوح اپنے مالکوں کو زیادہ خوش رکھنا چاہتے تھے لہذا انہوں نے اُن کو خوش کرنے کے لئے ان کی زبان سے زیادہ اخذ کیا بہ نسبت اس کے کہ اُن کے مالکوں نے اُن کی زبان سے فائدہ اُٹھایا۔

اظہار قابلیت کے لئے بھی عربی فارسی الفاظ کثرت سے بولے جانے لگے اُردو ادب کی ابتدا شاعری سے ہوئی اور شاعری فارسی دان لوگوں کے ہاتھ میں گویا ایک کھلونا تھی جس کو وہ فارسی الفاظ و محاورات ہی کے لباس میں آراستہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ لوگ زبان ہندی بہت کم جانتے تھے اور سنسکرت سے بالکل ناواقف تھے۔ اسی وجہ سے یہ ہونہار بچہ اپنے حقیقی والدین سے جدا ہو کر اپنے مصنوعی والدین کی آغوش محبت میں تربیت پاتا رہا جنہوں نے بلاشک اُس کے ساتھ بہت کچھ کیا اُن کی آغوش تربیت میں رہ کر اُردو کا نشو و نما بالکل فارسی کی روش پر ہوتا رہا نہ صرف فارسی الفاظ کا ایک کافی ذخیرہ زبان میں جمع ہو گیا بلکہ فارسی ترکیبیں بھی کثرت سے شامل ہونے لگیں مثلاً جار مجرور، صفت موصوف کی ترتیب بدل گئی ایسے سیکڑوں فقرے جو حرف ربط "بہ" سے معمولاً شروع ہوتے ہیں اُردو میں بے تکلف استعمال ہونے لگے جو دیسی مروجہ قواعد صرف و نحو سے بالکل خلاف تھا۔ آج بھی ہماری ادبی دیسی زبان میں اسی قسم کی فارسی ترکیبیں کثرت سے موجود ہیں یہ ضرور ہوا کہ فارسی کے اثر سے اُردو ایک مستقل زبان کی شکل میں آج ہمارے سامنے موجود ہے لیکن اس کا افسوس بھی ہوتا ہے کہ اصل زبان کی خوبیاں جن سے اُردو کی ابتداء ہوئی تھی بہت کچھ فنا ہو گئیں۔

یورپ کی زبانوں کا اُردو پر اثر

فارسی زبان اور فارسی ادب کا تو اُردو پر بہت گہرا اثر پڑا ہی تھا لیکن پرتگالی اور انگریزی کا بھی کچھ کم اثر نہیں پڑا البتہ زبان ڈچ اور فرنچ کے جمائے ہوئے نقوش یا تو مٹ گئے یا ہیں بھی تو اس قدر دھندلے کہ معلوم نہیں ہوتے۔ پرتگالی اور انگریزی دونوں نے اردو لغات میں معتد بہ اضافہ کیا۔

سنہ ۱۵۸۲ء میں ہندوستان کے مشہور بندرگاہوں پر اہل پرتگال قابض تھے اور ممالک مشرق میں گویا تجارت انہیں کے ہاتھ میں تھی۔ اُن کی آبادیاں ہندوستان کے سواحل پر اور اندرون ملک میں بھی تھیں، اُن کا تعلق ہندوستان سے عارضی نہ تھا بلکہ وہ بحیثیت تاجر و حاکم اور مبلغ کے یہاں رہتے تھے، انہوں نے بہت ترقی کی تھی اور سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں ان کی زبان ہندوستان کے ایک بڑے حصے کی زبان عام ہو گئی تھی جو محض ہندوستانیوں اور اہل یورپ کے درمیان تبادلہ خیالات کا ذریعہ ہی نہ تھی بلکہ خود یورپ کے یہ سوداگر بھی آپس میں اسی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ اسی میں عیسائی پادری اپنے مذہب کی اشاعت اور تبلیغ کرتے تھے چنانچہ اسی وجہ سے اس کو بہت ایسے موقع ملے کہ وہ اپنا اثر یہاں کی دیسی زبانوں پر ڈال سکی۔ سب سے زیادہ اثر بنگلہ زبان پر پڑا۔ اسی طرح دراوڑی زبانیں مثلاً مرہٹی، آسامی اور اڑیا بھی اس سے بہت کچھ متاثر ہوئیں۔ اُردو بھی اس کے لغات سے بہت متمتع ہوئی۔ یہ اثر اتفاق سے شمالی ہندوستان میں اس وقت پڑ رہا تھا جب دکھنی زبان جو پرتگالی کے اثر سے بسبب قربت کے بہت کچھ متاثر ہو چکی تھی اور نیز اسی طرح کی دوسری زبانیں اُردو پر اپنا اثر اچھی طرح ڈال رہی تھیں۔ پرتگالی الفاظ دیسی زبانوں میں اصلی حالت پر باقی نہیں رہے بلکہ جس بگڑی ہوئی شکل میں وہ ہندوستان میں بولے جاتے تھے اور ہندوستانی زبانیں اُن کو قبول کر سکتی تھیں اسی ہیئت پر وہ اب بھی بکثرت موجود ہیں۔ اہل پرتگال نے محض اپنی زبان کے الفاظ ہندوستانی زبانوں میں داخل نہیں کیے بلکہ بہت سے عربی، فارسی اور ہندی الفاظ بھی اکثر یورپی زبانوں میں پہنچا دیئے۔ اس کے علاوہ اکثر عربی اور فارسی لفظ پرتگالی

سے مسخ ہو کر داخل ہوئے مثلاً وہ الفاظ جو عربوں کے فتح اندلس کے زمانے میں اُن ممالک میں رائج ہو گئے تھے، پرتگالی الفاظ ہماری زبان میں بکثرت بولے جاتے ہیں مثلاً از قسم میوہ جات و اشیائے طعام، اچار، اناناس، افونس (قسم انبہ) بسکٹ، کاجو، پمفرے، (قسم مچھلی) پپیتا، تمباکو، ترنج، چا، ساگو، گوبھی وغیرہ۔

از قسم سامان آرائش و آلات و اسلحہ۔ البین، الماری، ارغنوں، بجرا، بوتل، پیپا، پستول، پریگ، چابی، صابون، کوچ، کپتان، کاربین، کارتوس، میز، تولیہ گارد وغیرہ۔

مذہبی الفاظ۔ پادری۔ گرجا، کراس وغیرہ۔

لباس میں۔ سایہ، قمیص، کاج، اسپیٹ وغیرہ۔

متفرق الفاظ مثلاً انگریز، آیا، بمبا، پاگر (تنخواہ) پاؤ روٹی، چھاپہ، نیلام، مستری، کمرہ، روپیہ وغیرہ۔

اہل پرتگال ہی نے سب سے پہلے یورپ کی اکثر چیزوں کی اشاعت ہندوستان میں کی لہذا ان کے نام بھی اسی طرح رائج ہو گئے۔ جس طرح کہ وہ لوگ اپنی زبان میں بولتے تھے مرزا غالب "شراب پرتگالی" کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔ زبان انگریزی ایک زندہ اور حاکموں کی زبان ہے اس نے اپنا اثر بہت کچھ ڈالا ہے اور ڈالتی رہے گی۔ انگریزی علم ادب نے اُردو نظم و نثر کو بہت کچھ فائدہ پہنچایا جس کا ذکر مفصل طور پر آئندہ کسی باب میں کیا جائے گا۔ لیکن اتنا اس موقع پر ضرور بتا دینا چاہیئے کہ زبان انگریزی نے وہ الفاظ اردو میں داخل کیے جن کی جگہ پر کوئی دوسرا لفظ موجود نہ تھا اور وہ الفاظ اب زبان زد ہو گئے۔ ترجمہ کا بھی یہ نتیجہ ہوا کہ اکثر انگریزی

الفاظ اس کی بدولت اُردو میں شامل ہو گئے۔ اُردو میں انگریزی الفاظ بکثرت داخل کرتے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے اسی طرح وہ انگریزی الفاظ جو بضرورت اردو میں داخل اور مستحکم ہو گئے ہیں خارج کرنا بھی اندیشہ سے خالی نہیں ہے اُردو کو مالدار ہونا چاہیئے اور ہر طرح کے الفاظ جو اس کی اصل سے میل کھاتے ہوں اس میں ضرور داخل ہونے چاہئیں خواہ وہ انگریزی ہوں یا فارسی ہوں یا سنسکرت صرف یہی ایک طریقہ زبان اردو کی تکمیل اور اس کی ترقی کا ہے اور اسی طرح وہ ایک اعلےٰ درجہ کی زبان اور ہندوستان کی عام زبان بن سکے گی۔

نثر اور نظم کی زبان ہر زبان میں نظم و نثر کی عبارت میں فرق ہوتا ہے۔ عبارت میں متانت اور سنجیدگی پیدا کرنے کے لئے اور نیز اس خیال سے کہ نثر اور نظم میں فرق معلوم ہو نظم کی عبارت بہ نسبت نثر کے زیادہ شاندار ہوتی ہے اسی وجہ سے وہ معمولی اور سادہ الفاظ اور معمولی بول چال کی ترکیبیں جو نثر میں عام طور پر پائی جاتی ہیں نظم میں ناجائز سمجھی جاتی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ فارسی محاورات اردو نظم میں بکثرت شامل کر دیئے گئے۔ اگر اردو نثر کی ابتدائی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ شروع میں مقفٰے عبارت بہت پسند کی جاتی تھی جس میں بیحد تکلف اور تصنع ہوتا تھا۔ بہترین طرز وہ تھا جس میں ظہوری اور بیدل کی مرصع نگاری کی تقلید کی جاتی تھی۔ ہماری پرانی نثر نگاری کی مثال باعتبار عبارت کی رنگینی اور قافیہ بندی کے بعینہٖ وہی ہے جو انگلستان میں ملکہ الزبیتھ کے زمانہ میں انگریزی نثر کی تھی۔

مرزا غالب بلکہ سر سید احمد خاں کے زمانے سے ایک نیا دور شروع ہوا جبکہ مغربی تعلیم کے اثر سے وہ پرانا رنگ بدل گیا اور مقفٰی عبارت اور فارسی

کی رنگینیت کی جگہ اب بے تکلف اور سادہ عبارت پسند کی جانے لگی۔ دورِ جدید میں نثر نگاری کی وہ شان باقی بھی نہیں رہ سکتی تھی کیونکہ علمی دنیا میں سیدھے سادے صاف اور زوردار الفاظ کی ضرورت ہے اب بھی فارسی الفاظ کی کثرت ضرور ہے لیکن اس سے عبارت کی خوبی پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ کسی قسم کا تصنع پیدا ہوتا ہے۔ ہندی محاورات خوبصورتی کے ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں اور پیچیدہ بندشوں سے گریز کیا جاتا ہے۔ لیکن گلستان نظم کی آبپاشی اب بھی چشمۂ فارسی ہی سے ہوتی ہے۔ اور اس کا چمن اب بھی انہیں صنعتوں سے آراستہ کیا جاتا ہے ہندی الفاظ و محاورات استعمال ہوتے ہیں مگر کمی کے ساتھ اور صرف اسی وقت جب وہ فارسی الفاظ کے ساتھ میل کھاتے ہیں۔

نثر کی طرح نظم میں بھی کچھ تغیر ہو چلا ہے اور موجودہ رنگ میں بجائے پرانی لفاظی اور تصنع کے سادگی اور بے تکلفی بہت پسند کی جاتی ہے لیکن باوجود اس کے اکثر اہل ادب اب بھی فارسی الفاظ اور ترکیبوں کے دلدادہ ہیں مگر ان کی کثرت اور جا و بیجا استعمال کو جہاں تک ممکن ہو کم کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ ہماری رائے میں نظم اور نثر کی عبارت اور انشا پردازی میں کوئی اصولی اور اہم اختلاف نہیں ہے۔

ادبی اُردو تقریری زبان تحریری زبان سے بالکل علیحدہ ہے۔ سادہ اور روز مرہ کے جملے جو ہر وقت زبان پر چڑھے ہوتے ہیں تحریر میں آتے وقت فارسی الفاظ سے بدل جاتے ہیں جس کی وجہ ان کی جدت عظمت اور شانداری ہے۔ ابتداء میں بیشک زبان کا دائرہ بہت تنگ اور الفاظ کا ذخیرہ کم تھا اور وہ ایک مستقل